اسلام اور ٹریفک

آج سے تقریباً پندرہ سال پہلے جب میں پہلی بار جنوبی افریقہ گیا تو کسی جدید ترقی یافتہ ملک کی طرف وہ میرا پہلا سفر تھا، اب تو جنوبی افریقہ پرامن طور پر آزاد ہو چکا ہے، اور وہاں نسلی امتیاز کی پالیسی ایک قصۂ پارینہ بن چکی ہے، لیکن ان دنوں وہاں سفید فام ڈچ حکمرانوں کا راج تھا، اور نسلی امتیاز کے قوانین پوری آب وتاب پر تھے، چنانچہ بڑے شہروں میں مستقل رہائش کا حق صرف گوروں کو حاصل تھا، دوسری نسلوں کے لوگوں کے لئے الگ الگ آبادیاں قائم تھیں، جو ان بڑے شہروں سے کافی فاصلے پر واقع تھیں، جوھانسبرگ سے تقریباً تیس میل دور ایک ایسی ہی خوبصورت آبادی ,,آزادویل،، کے نام سے بسائی گئی تھی جو تمام تر ہندوستانی نسل کے باشندوں کے لئے مخصوص تھی، ہمارے میزبان چونکہ اسی آبادی میں رہتے تھے، اس لئے ہمارا قیام بھی وہیں ہوا، یہ بڑی پرفضا بستی تھی، جو زیادہ تر رہائشی مکانات پر مشتمل تھی۔ تھوڑی آبادی کے لئے اگر ایک وسیع رقبے پر منصوبہ بندی کے ساتھ مکانات بنائے جائیں تو ظاہر ہے کہ بستی میں کشادگی کا احساس ہوگا، یہی صورت یہاں بھی تھی کہ یہ بستی بہت خوبصورت لگتی تھی، کھلی کھلی، پرسکون، اور حد درجہ صاف ستھری۔ یہاں کے مکینوں میں سے تقریباً ہر شخص کے پاس اپنی اپنی کار تھی، لیکن سڑکوں پر ہجوم کا سوال ہی نہیں تھا، پیدل چلنے والے بہت کم تھے، سڑک پر اکا دکا چلنے والے نظر آجاتے، اور وہ بھی زیادہ تر فٹ پاتھ پر، ورنہ سڑکیں زیادہ

تر سنسان پڑی رہتی تھیں، لیکن ان سنسان سڑکوں پر بھی ہر چھوٹے سے چھوٹے موڑ کے کنارے زمین پر ایک سیاہ لائن کھینچی نظر آتی تھی، اور بعض مقامات پر موڑ کے بغیر بھی، میں نے کار میں سفر کرتے ہوئے دیکھا کہ کار چلانے والا اس لائن پر پہنچ کر چند لمحوں کے لئے رکتا، اور دائیں بائیں دیکھنے کے بعد پھر آگے بڑھتا، میرے لئے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ سڑک دور دور تک سنسان پڑی ہے، اور کسی آنے جانے والے کا نام ونشان نہیں ہے، اسکے باوجود ڈرائیور خواہ کتنی جلدی میں ہو، یا باتوں میں کتنا مشغول ہو، اس لکیر پر پہنچ کر رکتا ضرور ہے، اور اسکی گردن خود بخود دائیں بائیں اس طرح مڑ جاتی ہے جیسے کوئی خود کار مشین کسی ریموٹ کنٹرول کے ذریعے مڑ رہی ہو، پہلی پہلی بار میں یہ سمجھا کہ ڈرائیو کرنے والے کو اچانک کوئی شبہ ہو گیا جس کی وجہ سے اس نے گاڑی روکی، لیکن جب بار بار یہی منظر نظر آیا تو میں نے لوگوں سے اسکی وجہ پوچھی، انہوں نے بتایا کہ ہمارے ملک میں یہ ٹریفک کا قاعدہ ہے کہ ہر موڑ پر یا جہاں زمین پر یہ لائن کھینچی ہوئی ہو، گاڑی کو روک کر دائیں بائیں دیکھنا ہر ڈرائیور کے ذمے لازم ہے، اب ہمیں اس قاعدے پر عمل کرنے کی ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ کوئی موڑ دیکھ کر یا زمین پر کھینچی ہوئی یہ لکیر دیکھ کر پاؤں بے ساختہ بریک پر پہنچ جاتے ہیں اور گاڑی کے رکتے ہی گردن دائیں بائیں مڑ جاتی ہے۔ اس کے بعد جتنے دن وہاں میرا قیام رہا، میں روزانہ بار بار یہ منظر دیکھتا رہا، کوئی ایک شخص بھی مجھے ایسا نہیں ملا جس نے اس قاعدے کی خلاف ورزی کی ہو، مجھے اپنی قیام گاہ سے مین روڈ تک روزانہ کئی بار جانا پڑتا، اور ہر بار میں یہ دیکھتا کہ کار ڈرائیو کرنے والا مین روڈ پہنچنے سے پہلے کئی مرتبہ ان سنسان سڑکوں پر رکتا تھا، حالانکہ مجھے اس پورے عرصے میں ٹریفک پولیس کا کوئی سپاہی ان سڑکوں پر نظر نہیں آیا جو لوگوں سے اس قاعدے کی پابندی کرا رہا ہو، نہ ہمارے ملک کی طرح ایسے اسپیڈ بریکر نظر آئے جنہیں کار بریکر کہنا زیادہ مناسب ہے۔

یہ نظارہ پہلی بار جنوبی افریقہ میں دیکھا تھا، اور اس لئے اچنبھا معلوم ہوا تھا کہ آنکھیں پاکستان کی آزادی اور بے مہار ٹریفک دیکھنے کی عادی تھیں، بعد میں یہی منظر مشرق و مغرب کے بہت سے ترقی یافتہ ملکوں میں بھی دیکھا، یہانتک کہ اب نگاہیں اسکی بھی عادی ہو گئیں، لیکن جب اپنے ملک میں ٹریفک کا حال دیکھو تو وہ نہ صرف وہیں کا وہیں ہے، بلکہ ایسا لگتا ہے کہ الٹی سمت میں سفر کر رہا ہے، تفصیل بیان کرنے کی ضرورت اسلئے نہیں کہ وہ ہر شخص کے سامنے ہے۔

اس صورتِ حال کا سبب سرکاری انتظام کا ڈھیلا پن اور تعلیم و تربیت کا فقدان تو ہے ہی، لیکن ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ہم نے زندگی کے ان روزمرہ کے مسائل کو دین سے باہر کی چیز سمجھ رکھا ہے، اور یہ بات ذہن میں بٹھا رکھی ہے کہ دین اور اسلام کا تعلق تو صرف مسجد اور مدرسے سے ہے، دنیوی کاروبار اور اس سلسلے کے تمام امور دین کی گرفت سے (معاذ اللہ) باہر ہیں، لہٰذا ٹریفک کے مسائل کا دین سے کیا واسطہ؟ اس غلط سوچ کا نتیجہ یہ ہے کہ ٹریفک کے قواعد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کسی کو یہ خیال نہیں آتا کہ وہ کسی گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے، بلکہ اب تو قاعدوں کو توڑنا ایک بہادری کی علامت بن گئی ہے، جو شخص جتنے قاعدے توڑے اتنا ہی وہ اپنے آپ کو بہادر اور جیالا سمجھتا ہے، اور اسی غلط سوچ کا نتیجہ یہ بھی ہے کہ اچھے بھلے دیندار لوگ جو نماز روزے کے پابند ہیں، اور مجموعی اعتبار سے حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی فکر بھی رکھتے ہیں، ٹریفک کے قواعد کی دھڑلے سے خلاف ورزی کرتے ہیں، اور نہ ان کے ضمیر پر کوئی بوجھ ہوتا ہے، نہ اس طرزِ عمل کو غلط یا گناہ سمجھتے ہیں، چنانچہ غلط جگہ پر گاڑی کھڑی کر دینا، مقررہ رفتار سے زیادہ تیز گاڑی چلانا، غلط سمت میں سفر کرنا، رکنے کے سرخ اشارے کو توڑ دینا جہاں اوورٹیکنگ ممنوع ہے وہاں گاڑیوں کی باقاعدہ ریس لگانا، روزمرہ کا کھیل بن کر رہ گیا ہے، حالانکہ یہ سارے کام صرف بے قاعدگی کے زمرے ہی میں نہیں آتے، بلکہ دینی اعتبار سے گناہ بھی ہیں، اول

تو اس لئے کہ ٹریفک کے تمام قواعد دراصل تمام انسانوں کی مصلحت کے تحت بنائے گئے ہیں، اور جو قوانین حکومت کی طرف سے عمومی مصلحت کے لئے بنائے جائیں، ان کی پابندی شرعی اعتبار سے بھی واجب ہے، اور ان کی خلاف ورزی ناجائز، قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ:

﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾

"اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے ذمہ دار حاکموں کی اطاعت کرو"

اس اطاعت سے مراد یہی ہے کہ حکام عمومی مصلحتوں کی بنیاد پر جو قاعدے مقرر کریں (بشرطیکہ وہ شریعت کے خلاف نہ ہو) ان کی پابندی کی جائے، اس پابندی کا حکم اللہ اور رسول کی اطاعت کے ساتھ دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے قواعد کی پابندی شرعاً بھی ضروری ہو جاتی ہے۔

دوسرے جب کوئی شخص سڑک پر گاڑی چلانے کا لائسنس لیتا ہے تو وہ حکام سے زبانی، تحریری یا کم از کم عملی وعدہ کرتا ہے کہ وہ سڑک پر گاڑی چلاتے وقت تمام مقررہ قواعد کی پابندی کریگا، اگر لائسنس کی درخواست دیتے وقت ہی وہ متعلقہ حکام کو یہ بتادے کہ وہ ٹریفک کے اصولوں کی رعایت نہیں رکھ سکے گا، تو اسے کبھی لائسنس نہ دیا جائے، لہذا اسے لائسنس اسی وعدے کی بنیاد پر دیا گیا ہے، چنانچہ اسکے بعد اگر وہ ٹریفک کے قواعد کو توڑتا ہے تو اس میں وعدے کی خلاف ورزی کا بھی گناہ ہے۔

تیسرے ان قواعد کو توڑنے سے عموماً کسی نہ کسی انسان کو تکلیف ضرور پہنچتی ہے، بعض اوقات تو اسی بنا پر کوئی حادثہ پیش آجاتا ہے، اور کسی بے گناہ کی جان چلی جاتی ہے، یا اسے کوئی اور جسمانی نقصان پہنچ جاتا ہے، یا کم از کم اتنا تو ہوتا ہی ہے کہ اس سے دوسروں کو ذہنی تکلیف پہنچتی ہے، اور یہ بات میں ان صفحات میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ کسی بھی شخص کو

بلاوجہ تکلیف پہنچانا اتنا سنگین گناہ ہے کہ اسکی معافی صرف توبہ سے نہیں ہوتی، جب تک وہ شخص معاف نہ کرے۔

اسلامی فقہ کی ہر کتاب میں یہ اصول لکھا ہوا ہے کہ عام راستوں پر چلنا اور کوئی سواری چلانا اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ چلنے والا دوسروں کی "سلامتی" کی ضمانت دے، یعنی ایسے ہر کام سے اجتناب کرے جو کسی دوسرے شخص کے لئے تکلیف یا خطرے کا باعث بن سکتا ہو، اس احتیاط کے بغیر اس سڑک کا استعمال ہی جائز نہیں ہے، جو تمام باشندوں کی مشترکہ ملکیت ہے، اور اگر اس بے احتیاطی کے نتیجے میں کسی شخص کو کوئی جانی یا مالی نقصان پہنچ جائے تو اسکا سارا تاوان شرعی اعتبار سے اس شخص کے ذمے عائد ہوتا ہے جس نے بے احتیاطی کے ساتھ سڑک کو استعمال کیا۔

اب غور فرمایئے کہ اگر ایک شخص سگنل توڑ کر گاڑی آگے لے گیا، یا اس نے کسی ایسی جگہ سامنے والی گاڑی کو اوورٹیک کیا جہاں ایسا کرنا ممنوع تھا، تو بظاہر تو یہ معمولی سی بے قاعدگی ہے، لیکن درحقیقت اس معمولی سی حرکت میں چار بڑے گناہ جمع ہیں، ایک قانون شکنی، اور حاکم کے جائز حکم کی نافرمانی کا، دوسرے وعدہ خلافی کا، تیسرے کسی کو تکلیف پہنچانے کا، چوتھے سڑک کے ناجائز استعمال کا یہ گناہ ہم دن رات کسی تکلف کے بغیر اپنے دامنوں میں سمیٹ رہے ہیں، اور خیال بھی نہیں آتا کہ ہم سے کوئی گناہ سرزد ہو رہا ہے۔

پھر بعض اوقات کسی ایک شخص کی بے قاعدگی سینکڑوں انسانوں کا راستہ ہی بالکل بند کر دیتی ہے، مثلاً سڑک کے ایک حصے میں اگر کسی وجہ سے ٹریفک رک گیا تو بعض جلد باز لوگ تھوڑے سے انتظار کی زحمت گوارا کرنے کے بجائے سڑک کے اس حصے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں جو آنے والے ٹریفک کے لئے مخصوص ہے، اسکا نتیجہ یہ ہے کہ آنے والی گاڑیوں کا راستہ رک جاتا ہے، اور گھنٹوں تک کے لئے ٹریفک اس طرح جام

ہو جاتا ہے کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ اس قسم کی بے قاعدگی درحقیقت "فساد فی الارض" کی تعریف میں آتی ہے، اور سینکڑوں انسانوں کو کرب وعذاب میں مبتلا کرنے کا گناہ اس شخص پر ہے جس نے غلط سمت میں گاڑی لے جاکر اس صورتِ حال سے لوگوں کو دوچار کیا۔

ہمارے دین نے ہمیں یہ ساری باتیں بتائی ہیں، ان کے بارے میں تفصیلی ہدایات دی ہیں، اور وہ تعلیمات عطا کی ہیں جو ہر دور میں سدا بہار ہیں، لیکن ہم نے ان کو سمجھنے سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کے بجائے دین کو صرف مسجد اور مدرسے کی چار دیواری تک محدود کر ڈالا، دوسری قوموں نے ان اصولوں پر عمل کر کے کم از کم اپنا ظاہری نظم وضبط درست کر لیا، لیکن ہم انہیں چھوڑ کر اپنی آخرت بھی خراب کر رہے ہیں، اور اپنی دنیا کو بھی مشکلات اور بے چینیوں کی آماجگاہ بنا رکھا ہے، اور اپنی بدعملی سے اسلام کے رُخِ زیبا کو بھی مسخ کر رکھا ہے۔ لیکن ان مسائل کا حل صرف ان پر دور دور سے تبصرہ کر لینا نہیں ہے، بات اسی وقت بنے گی جب ہر شخص اپنی اپنی جگہ اپنے ضمیر کو بیدار کرے، اور دوسروں کے طرزِ عمل سے بے نیاز ہو کر کم از کم خود گناہوں سے بچنے اور ان زرّین اسلامی اصولوں پر عمل کرنے کا آغاز کر دے، تبدیلی ہمیشہ افراد کے ذاتی عمل سے وجود میں آتی ہے، اور پھر وہی رفتہ رفتہ قومی مزاج کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

۴/ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ
۱۱/ ستمبر ۱۹۹۴ء